Al-Azvā الاضواء
ISSN 2415-0444; E- ISSN 1995-7904
Volume 50, Issue, 33, 2019
Published by Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of the Punjab, Lahore, 54590 Pakistan.

قرائن کے متعلق فقہی آراءکا جا ئزہ

Muslims Jurists' approach to Circumstantial Evidences

غلام فاروق*
ہما یوں عباس**

Abstract:
The protection which Islamic shariah has given to human rights, is nowhere to be seen in any other law of world. The Islamic law has closed each and every loophole which might give way to minor cruelty and oppression .If we do not permit the deduction from the circumstantial evidence and do not trust it, several pretensions would be sought which would cause the exploitation of human rights, and the transgressor will find a way to escape the punishment. The scholar and jurists of Muslim Ummah are divided about the justification and authenticity of the circumstantial evidence. One group favors its justification while the other opposes it. Those who favor it justify it in certain matters while they do not accept it in Hudood and Qisas. In our council of Islamic Ideology too, recommendations against circumstantial evidence in Hudood and Qisas are found, because law of hudood and Qisas clearly exist in Quran and Sunnah.

Key words: Circumstantial Evidences, Criminal law of Islam, Hudūd and Qiṣāṣ.

قرائن کے جواز اور اس کی حجیت پر مسلم امہ کے علما ء و فقہاء تقسیم ہو گئے ہیں ۔ایک وہ جو اس کے جواز کے قا ئل نہیں اور دوسرے وہ جو کہ اس کے جواز کے قائل ہیں لیکن بعض معاملا ت میں جائزاور حدود وقصاص میں اس کو تسلیم نہیں کرتے ۔ہمارے ہاں اسلامی نظریا تی کونسل میں بھی حدود وقصاص میں تسلیم نہ کرنے کی سفارشات مو جود ہیں ۔کیونکہ حدود وقصاص کےمتعلق قانون سازی تو قرآن و حدیث میں موجود ہے ۔ اس طرح یہ بھی یاد رہے کہ ضروریات دین اور دین کے ان مسلمہ اصو لوں میں جو قرآن و حدیث کی صریح نصو ص سے ثا بت ہیں

*~~پی ایچ۔ ڈی سکالر،شعبہ علوم اسلامیہ و~~ عربی، جی سی یو نیورسٹی ،فیصل آباد
لیکچرار ؛گو رنمنٹ علامہ اقبال پوسٹ گریجوایٹ کالج،سیالکوٹ، پاکستان
**پروفیسر ،فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ،گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد، پاکستان

ان میں اختلاف کی گنجا ئش ہے نہ ہی جمہور علما ئے اسلام میں سے کسی نے اختلاف کیا ہے ۔اختلاف صرف جزئیات اور فروعی اختلاف میں واقع ہوا ہے ۔نیز یہ اختلاف حلت و حرمت میں بہت کم واقع ہوا ہے بلکہ زیادہ تر یہ اختلاف مستحب یا غیر مستحب ہونے یا مکروہ یا غیر مکروہ ہونے کی حد تک ہیں ۔لہذا ثابت ہوا کہ فقہاء اسلام میں مختلف معاملا ت میں اختلاف اس امت کے لیےباعث رحمت ہے ۔ اسی طرح فقہی مذاہب میں قرا ئن کے اعتبا ر اور عدم اعتبا ر پر مختلف آ راء پا ئی جا تی ہیں ۔قرائنی شہادت کن فقہا ء کے ہا ں قابل قبول ہے اور کن کے ہاں قبول نہیں اس حوالے سے فقہاء اسلام مختلف طبقا ت میں تقسیم ہو گئے ہیں ان میں حدود و قصا ص کے متعلق قرا ئن کے اعتبار اور عد م اعتبا ر کے متعلق فقہا ء اسلام کے دو گروہ ہیں۔ ان گر و ہوں کے تعارف اور دلا ئل سے قبل قرائن کالغوی اور اصطلاحی معنی و مفہوم بیان کیا جا تا ہے

میر سید شریف جر جا نی التعریفا ت میں قرائن کی تعریف یوں کی ہے'' القرینہ فی الا صطلا ح امر یشیر الی المطلوب ''[1] قرینہ اصطلا ح میں اس امر کو کہتے ہیں جو مطلوب و مقصود کی طرف اشا رہ کر ے. یعنی جس کے ذریعے سے حقیقت تک رسا ئی ممکن ہو ۔جبکہ اما م فتح اللہ زید قرینہ کی وضا حت کر تے ہو ئے لکھتے ہیں ھی الا ما رۃ التی نص علیھا الشا رع او استنبطھا ائمۃ الشریعۃ با جتھا دھم[2] قرینہ اس علا مت کو کہتے ہیں جس کو شا رع نے بیان کیا ہو یا ائمہ شریعت نے اجتہاد و استنبا ط کیا ہو ۔جبکہ مصطفی الزرقا نے اس کے متعلق یوں لکھا ہے''القرینۃ کل اما رۃ ظا ہرۃتقا رن شیئا خفیا و تدل علیہ ،وھی ما خو ذۃ من المقا رنۃ بمعنی الموافقۃ و المصا حبۃ''[3] قرینہ وہ ظاہر ی علا مت ہے جو کسی خفیہ چیز سے ملی ہو اور اس پر دلا لت کر ے ۔اور یہ مقارن سے ما خوذہے ،موا فقت اور مصا حبت کے معنی میں استعمال ہو تا ہے۔

فقہا ء کی ان تمام تعریفا ت کا خلا صہ یہ ہے کہ قرینہ اس علامت اور نشانی کو کہتے ہیں جو مطلوب و مقصود تک پہنچا دے اور جس سے کسی چیز کی حقیقت اور اصلیت تک رسا ئی ممکن ہو سکے اور جس سے مسا ئل کے استنبا ط اور استخراج میں آسانی میسر ہو اور جرائم کی تلاش میں جو ممد و معاون ثا بت ہو ۔

قرائن اور فقہی مسالک:

فقہی مذاہب میں قرا ئن کے اعتبا ر اور عدم اعتبا ر پر مختلف آ راء پا ئی جا تی ہیں ان میں چند ایک کا ذیل میں ذکر کیا جا تا ہے ۔ جہاں تک قرائن کے اعتبار اور عدم اعتبار کا تعلق ہے تو ہر فقہیہ اس کو کسی نہ کسی صورت میں تسلیم کرنے کے لیے تیار ہے لیکن اصل میں اختلا ف تو حدود و

قصا ص جیسے جرائم کے متعلق ہے ۔بہر حال حدود و قصا ص کے متعلق قرا ئن کے اعتبار اور عد م اعتبا ر کے متعلق فقہا ء اسلام کے دو بڑےگروہ ہیں ۔

۱۔قرائنی شہادت قا بل قبول نہیں

یہ رائے ائمہ شوافع اور احنا ف کی ہے اوران میں امام خیر الر ملی، اما م ابن نجیم اور صا حب تکملہ المحتار ااور شیعہ جعفریہ کے ائمہ ہیں جو عدم جواز کے قائل ہیں۔قرینہ کے عدم جواز کے قائل فقہاء کا ذکر اما م محمد جو اد مغنی نے اپنی کتا ب میں کیا ہے و ہ فر ما تے ہیں۔

''الخير الرملي وابن نجيم وصاحب تكملة المحتار على الدر المختار من الحنفية والشيعة الجعفرية، وهؤلاء ذهبوا إلى منع العمل بالقرائن.''[4]

ما نعین قرائن کے دلائل:

۱۔ امام خیر رملی اور ابن نجیم کے نزدیک حدود میں قرائنی شہادت قبول نہیں ۔یہ اپنے موقف کی تا ئید میں روایت بیان کر تے ہیں جو کہ حضرت عبد اللہ بن عبا س رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے:

''عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو كنت راجما أحدا بغير بينة فلانة...''[5]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعا لی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا :اگر میں کسی کو بغیر گو اہوں کے سنگسا ر کرتا تو فلا نی عورت کو سنگسار کرتا مگر چو نکہ اس کی گفتگو اور اس کی حا لت پر داخل ہونے والے کے با رے میں شک پید ا ہو چکا تھا اس لیے میں اس پر حد جا ری نہیں کر تا''

ما نعین اس حدیث سے استدلا ل کر تے ہو ئے کہتے ہیں کہ مذکو رہ حدیث سے ثا بت ہو تا ہے کہ نبی کریم نے اس عورت پر حد جاری نہیں فر ما ئی اس کے با وجودیکہ وقوع زنا کی علاما ت مو جو د تھیں، تو قرائن اور علا ما ت قا بل حجت ہو تیں تو آ پ لازما اس عورت پر حد جاری فر ما تے۔

۲۔ ما نعین کی دوسری دلیل یہ ہے کہ قرائن کی بنیاد ظن اور تخمین پر ہو تی ہے اور ظن دلیل نہیں بن سکتا۔ ارشاد باری تعا لی ہے:

﴿ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔـا﴾[6](اور بے شک گمان حق با ت میں مفید نہیں ہو تا)۔قرینہ کی بنیاد چونکہ ظن اور اندازے پر ہو تی ہے جو کہ اکثر غلط ثا بت ہوئے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ تمہارے کمزور دلائل جرم کے اثبا ت کے لیے قوی اور حتمی قرینہ نہیں بن سکتے ۔

ما نعین قرائن کے دلائل کے جوابا ت:

قا ئلین قرائن، ما نعین کے دلائل کاجوا ب یو ں دیتے ہیں ۔

پہلی دلیل کا جوا ب یہ کہ جواز کے قا ئلین نے کہا ہے کہ پیغمبر نے اس عورت پر اس لیے حد جا ری نہ فر ما ئی تھی کہ اس کا جرم قرائن قطعیہ سے ثا بت نہ ہو ا تھا اور قرائن میں شبہ پیدا ہو گیا تھا اور اصول یہ ہے کہ''والحدود تدرأ بالشبهات.''[7](اور حدود شبہ کی وجہ سے سا قط ہو جا تی ہیں''۔اسی طرح ما نعین قرائن کی دلیل کا دوسر ا جواب جس کا ذکر فتح الباری میں مو جو د ہے وہ یہ ہے کہ '' کہ یہ واقعہ لعان کا ہے نہ کہ زنا کاری کا اور لعان کی صورت میں تو حد جاری نہیں ہو تی ''۔[8]

ما نعین کی دلیل کا تیسر ا جو اب یہ کہ **لو كنت راجما أحدا بغير بينة** ''[9]'' (میں کسی پر بغیر بینہ اور ثبو ت کے رجم کرتا تو۔)''خود اسی حدیث میں صراحت ہے اور قرائن تو بینہ ہو تے ہیں یعنی قرائن تو قوی ثبوت ہو تے ہیں والقرائن بینہ کے حد جاری نہیں کرتا یہا ں چو نکہ قرائن مو جو د ہی نہیں ہے تو حد جاری کیسے کی جا تی ۔معلوم ہوا یہی حدیث تمہارے خلا ف ہے یہ حدیث ہما رے قول کی تا ئید کر تی ہے نہ کہ تمہارے قول کی ۔

ما نعین کی دلیل کا چو تھا جواب یہ ہے کہ چونکہ اس واقعہ میں قرائن ضعیفہ تھے اور قرائن ضعیفہ سے حد کا حکم ثا بت نہیں ہوتا اس لیے حد جاری نہ کی گئی ۔[10]

مجوزین قرائن نے ما نعین کی دوسری دلیل کا جواب یہ دیا ہے کہ ظن کی دو قسمیں ہوتی ہیں:(۱) قوی۔ (۲) ضعیف۔

اور جس ظن سے منع کیا گیا ہے وہ ظن ضعیف ہے ۔اور ایک دوسر ا جواب یہ ہے کہ''إن الظن المنهى عنه وهو الظن في العقائد والعقيدة لا تثبت بالظن عن سوء الظن.[11]''''جس ظن سے منع کیا گیا ہے وہ عقا ئد میں سے ہے اور عقیدہ ظنی با تو ں سے ثا بت نہیں ہو تا۔''

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:(اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا)[12] '' کہ ان کے پاس علم نہیں وہ صر ف ظن اور گمان پر چلتے ہیں ۔

نیز جس حدیث شریف میں جس ظن سے نہی وارد ہو ئی ہے وہ بر ا ظن ہے یعنی کسی کے با رے میں بد گمانی نہ کرو۔عز بن عبد السلام فر ما تے ہیں :''إن النهي في الآية ليس عن كل الظن وإنما النهي عن بعضه.''[13]''آ یت میں ہر ظن سے منع نہیں کیا گیا بلکہ بعض ان ظنوں سے منع کیا گیا جن پر عقلا و نقلا عمل محال ہو ''۔ما نعین قرا ئن کے دلائل کے جا ئزے کے بعد اول مجوزین کا موقف اور پھر ان کے دلائل ذکر کیے جاتے ہیں

۲۔قرا ئنی شہادت ہر طرح کے معاملا ت میں معتبر ہے:

اس رائے کے موئدین اما م ابن قیم اور ابن الغرس بھی ہیں [14] ان کی را ئے یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کے ذریعے سچا ئی سا منے آ جا ئے اس کو

شہاد ت کے طور پر قبول کیا جاسکتا ہے اس را ئے کی بنیاد خلفا ئے اربعہ کے فیصلہ جا ت ہیں جیساکہ حمل کا جاری ہونا ،شراب کی بو اور قے کی وجہ سے حد جا ری کرنا ،ما ل مسر وقہ کا بر آمد ہونا ۔یہ تمام امثلہ قرا ئن کی حجیت اور اس کے بطور گو اہی کے عمدہ دلیل ہیں ۔سب سے پہلے مجوزین کے دلا ئل کتاب و سنت سے دئیے جا تے ہیں تا کہ اس کی حجیت و اضح ہو جا ئے

مجوزین قرائن کے دلا ئل :

قرائن کے معتبر ہو نے کے دلائل قرآن وحدیث میں کثیر تعداد میں مو جود ہیں البتہ صرف چند قرآنی آیا ت اور احادیث پر اکتفا کیا جا تا ہے ۔حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ سے صا ف ظا ہر ہو رہا ہےکہ قرائنی شہاد ت قابل اعتماد ہے اس کو بنیاد بنا فیصلہ کیا جا سکتا ہے ۔

۱۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿قَالَ ہِیَ رَاوَدَتْنِیْ عَنْ نَّفْسِیْ وَشَہِدَ شَاہِدٌ مِّنْ اَہْلِہَا ۚ اِنْ کَانَ قَمِیْصُہٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَہُوَمِنَ الْکٰذِبِیْنَ ﴿۲۶﴾ وَاِنْ کَانَ قَمِیْصُہٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَکَذَبَتْ وَہُوَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِیْصَہٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّہٗ مِنْ کَیْدِکُنَّ ۚ اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ ﴿۲۸﴾﴾ [15]

’’یوسف علیہ السلام نے کہا: (نہیں بلکہ) اس نے خود مجھ سے مطلب براری کے لیے مجھے پھسلانا چاہا اور (اتنے میں خود) اس کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے (جو شیر خوار بچہ تھا) گواہی دی کہ اگر اس کا قمیص آگے سے پھٹا ہوا ہے تو یہ سچی ہے اور وہ جھوٹوں میں سے ہے اور اگر اس کا قمیص پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو یہ جھوٹی ہے اور وہ سچوں میں سے ہے پھر جب اس (عزیزِ مصر) نے ان کا قمیص دیکھا (کہ) وہ پیچھے سے پھٹا ہوا تھا تو اس نے کہا: بے شک یہ تم عورتوں کا فریب ہے۔ یقیناًتم عورتوں کا فریب بڑا (خطرناک) ہوتا ہے ‘‘

امام قرطبی اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ان اللہ تعالیٰ جعل شق الثوب قرینة ودلیلا علی صدق احد المتنازعین حیث استطاع الزوج ان یتوصل الی تمییز الصادق من الکاذب بواسطة قد القمیص، وقد جعل اللہ تعالیٰ قد القمیص امارة ووسیلة للحکم بتصدیق یوسف وتکذیب الزوجة عندما وجد ان القد کان من الدبر وھذا من أقوی الأدلة علی مشروعیة العمل بالقرائن، والا ستناد الی الامارات، وسمی قوله شهادة، لأنه أدی موداها فیی اثبات قول یوسف وابطال قولها‘‘ [16]

’’امام قرطبی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے کپڑے کے پھٹنے کو قرینہ بنایا۔اور اس سے جھگڑا کر نے والوں میں سے کسی ایک کے لیے اس کو دلیل بنایا ہے۔تا کہ سچ کو جھوٹ سے جدا کر دے اس قمیض کے ذریعے سے۔اللہ نے اس کوحضرت یوسف علیہ السلام کی سچائی کا ذریعہ اوران کی

زوجہ کے جھوٹ کا سبب بنا یا۔اس لیے کہ انہوں نے قمیض کو پیچھے سے پھٹاہوا پایا''۔

یہ قرآئن پر مشروعیت پر عمل کی قوی دلیل ہے۔اور اس کو شہادت کے طور پر قبول کیا گیا ہے اس لیے کہ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کے سچے ہو نے کی تائید کرتی ہے۔ اور دوسرے کے قول کو با طل کرتی ہے۔ امام قرافی سابقہ آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

'' قال ابن الغرس: هذه الآية يحتج بها من يرى الحكم بالإمارات والعلامات فيما لا يحضره البينات ''[17]

حضر ت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں قر ا ئن کی حجیت پر واضح دلیل مو جو د ہے کہ قرائن کی روشنی میں فیصلہ کیا جا سکتا ہے اگر قوی ذریعہ سے معلوم ہو ں جس طرح شر یعت اسلامیہ نے جرائم کی بابت دو اور چار گو اہیاں لازم قرار دی ہیں ۔اسی طرح قرینہ بھی بطور گواہی قبول ہو سکتا ہے ۔لہذا معلوم ہوا کہ قرا ئن کے جواز میں کو ئی عام دلا ئل نہ ہیں بلکہ کتا ب اللہ کی واضح نص مو جو د ہے ۔

مذکورہ عبار ت پر یہ اعتراض بھی کیا جا سکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ تو ہم سے ما قبل شریعت کا ہے لہذا ہم سے ماقبل شریعتوں میں قرائن سے فیصلہ جائز تھا۔ جبکہ ہماری شریعت میں جا ئز نہیں۔ اور ان کی شریعت پر عمل کرنا تو ہم پر لازم نہیں ہے۔

علما ء اصولیین نے اس بات کا جواب یہ دیا کہ ماقبل شریعتوں کے احکامات اس وقت ہمارے لیے بھی قابل عمل ہو جاتے ہیں جب ہماری شریعت قرآن مجید یا سنت سے ان کو تائید مل جائے اور اس مناسبت سے ہماری شریعت میں قرآئن کے کثیر احکامات موجود ہیں۔[18]

لہذا اس سے معلوم ہو اکہ سابقہ شریعتوں کے وہ احکا ما ت جو قرآن مجید میں مذکور ہیں وہ بھی ہمارے لیے بطور حکم کا درجہ رکھتے ہیں ۔''کہ جویہ اعتراض ہے کہ ہم پرسابقہ شریعتوں کے احکام لازم نہیں ہیں۔ ہم ان کو تسلیم نہیں کرتے۔اس لیے کہ جو سارا (کلام)اللہ نے نازل کیا ہے اس میں ہمارے لیے فائدے اور منفعتیں ہیں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا!''کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی پس جو ان کی اقتداء کرتے ہیں ان کو بھی ہدایت دی''پس حضرت یوسف علیہ السلام والی آیت ہمارے لیے ہدایت کا ذریعہ ہے''

یہ واقعہ اللہ نے ہمارے لیے بیان کیا ہے اور ہم اس سے انکار نہیں کرتے پس یہ قرینہ کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ اگر ہم اس پر عمل نہ کریں تو گمراہ قرار پائیں گے۔

شریعت اسلا میہ کے بہت سے معا ملا ت میں نبی کریم نے قرا ئنی شہاد ت کو بطور ثبو ت تسلیم کیا ہے ۔ذیل میں احا دیث کی روشنی میں آ پ کے قرا ئن کو قبول کر نے کے با رے میں چند احا دیث درج ذیل ہیں۔ جیسا کہ

احادیث کی مثالوں میں یہ ہے کہ باکرہ کی رضا اس کی خاموشی میں ہے یہ اس بات پر واضح قرینہ ہے کہ شریعت اسلام میں قرا ئن کی بہت زیا دہ اہمیت ہے۔جیسا کہ ہے اسلام کا حکم یہی ہے بچہ اسی کی طرف منسو ب کیا جا ئے گا جس کے بستر پر پید ا ہوگا ۔جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔

۲۔اسی طرح ا س کی ایک اور دلیل حضرت عا ئشہ سے مروی وہ حدیث ہے کہ "الوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الحَجَرُ[19]"

''کہ بچہ اسی کا ہے جس کے بستر پر اس نے جنم لیا اور زانی کے لیے (والعا هر) سنگساری کی سزا ہے''

اس حدیث سے استدلا ل کر تے ہو ئے یہ با ت سامنے ہے کہ نبی کریم کا فرمان الولد للفراش یہ ایک قرینہ ہے جو کہ مرد اور عورت کے شرعی ملا پ پردلالت کر رہا ہے کہ جس میں آدمی اپنا مادہ منویہ عورت کے رحم میں خارج کرتا ہے۔اور چونکہ بچہ اسی مادہ سے بنتا ہے لہذا اس کی نسبت بھی اسی مرد کی طرف کر دی گئی ۔اور اس کا نسب بھی ثابت ہو گیا ۔مگر یہاں نسب اسی مرد کے سا تھ منسوب ہوگا جس کے ساتھ عورت نے مجامعت شرعی نکاح کے بعد کی۔لہذا فراش کو اگر بطور قرینہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رسول اللہ نے نسب کے ثبوت اور شرعی احکام کے اثبات میں قرینہ کو نہ صرف فیصلہ کی بنیاد قرار دیا بلکہ اس کو حجت شرعیہ کا درجہ دیا۔

۳۔بندہ کا نما ز کی ادائیگی کے لئے مسجد میں جانا اس کے مو من ہو نے کی علا مت ہے جیسا کہ حدیث مبا رک میں بیان کیا گیا ہے۔ نبی کر یم نے فرمایا: إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَعْتَادُ المَسْجِدَ فَاشْهَدُوا لَهُ بِالإِيمَانِ[20]. ''جب تم آ دمی کو دیکھو کہ مسجد میں آ نے جا نے کا عا دی ہے تو اس کے ایما ن کی گو اہی دو ''۔

مذکورہ حدیث سے ابن قیم استدلا ل کرتے ہو ئے لکھتے ہیں:

''جعل الرسول صلى الله عليه وسلم مداومة الرجل المسلم على ارتياد المسجد وشهود الصلوات الخمس جماعة،لا يتأخر عنها إلا لعذر مشروع دليلا ومارة قوية كأية كافية لأن يشهد له بالأيمان. وهذا دليل على مشروعية القرائن.''[21]

''نبی کر یم نے مسلما ن آ دمی کی مسجد میں با قا عد گی اور مدا ومت اور پا نچ نما زوں میں اس کی جماعت کے ساتھ حاضری کو اس کے ایمان کی گو ا ہی کے لیے قر ینہ بنا یا ہے۔اور یہ قرینہ کی مشروعیت پر بڑی دلیل ہے''۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرائن کی فی زمانہ کتنی اہمیت ہے کہ ایک آدمی کا ظا ہری پہلو اس کے اندرونی معاملات کی عکاسی کر تا ہے تو یہ صرف اور صرف قرائن کی بدولت ہی ممکن ہے ۔

۴۔جھوٹ، وعدہ خلا فی اور خیا نت کو آ پ ؐ نے منا فقت کی نشا نی قرا ر دیا ہے جیسا کہ حد یث میں ہے ۔

’’عَنْ أَبِي هُرَيْرَة، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " آيَة المنَافِقِ ثَلاَثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ[22]‘‘

’’حضرت ابو ہریر ہ رضی اللہ تعا لی عنہ سے روا یت کیا ہے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے ۔بے شکآ پ ﷺ نے فرمایا کہ منا فق کی تین نشایا ں ہیں : جب با ت کر ئے تو جھو ٹ بو لے اور جب وعدہ کر ئے تو وعدہ خلا فی کرے۔ اور جب اما نت رکھو ائی جا ئے تو اس میں خیا نت کر ئے‘‘ ۔

تو حدیث سے یہ با ت ثا بت ہو تی ہے کہ آ دمی کے اند ر مذکو ر ہ عا دا ت کا پا یا جا نا اس کے منا فق ہو نے کی نشانی ہے اور یہ قرائن کی حجیت پر واضح دلیل ہے ۔اسی طرح اور ایک اور روایت جس کو امام بخا ری نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے جس میں عملی منا فق کی نشا نیو ں کا ذکر کیا گیا ہے ۔

حدیث مبا رکہ میں ارشا د ہو تا ہے:

’’عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَة مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَة مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا: إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ[23].‘‘

’’حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعا لی عنہمانے روا یت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ چا ر با تیں جس میں پائی جا تی ہو ں گی وہ خا لص منا فق ہو گا اور جس میں یہ عا دتیں پا ئی جا ئیں گئی اس میں نفا ق ہو گا یہاں تک کہ وہ اسے چھو ڑ دے،جب اما نت رکھو ائی جا ئے تواس میں خیا نت کرے اور با ت کرے تو جھو ٹ بو لے اور و عدہ کرے تو دھوکہ دے اور جب کسی سے لڑے تو گا لی دے ‘‘۔

بیان کی گئی حدیث مبا رکہ میں نبی کریم ﷺ نے جھگڑے کو قر ینہ پر محمول کیا ہے اور اس کا اعتبا ر کیا ہے اور یہ اس آ دمی کے منا فق ہو نے پرقر ینہ ہے ۔نفا ق کا ظہور قر ینے کے اعتماد پر واضح قر ینہ ہے۔

٦۔ایک اورحدیث جو کہ علامات نفاق پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے۔

’’آيَة المنَافِقِ ثَلاَثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ[24].‘‘

’’منا فق کی تین نشا نیا ں ہیں، جب با ت کرے تو جھوٹ بو لے اور جب وعدہ کر ے تو وعدہ خلا فی کر ئے اور جب امانت رکھوا ئی جا ئے تو اس میں خیا نت کرئے‘‘ ۔

انسان کا جھوٹ بو لنا اس کے نفا ق کا قرینہ ہے، اس کی وعدہ خلافی اس کے نفاق کا قرینہ ہے اور اس کا خیا نت کا مر تکب ہونا اس کے منافق ہونے پر قرینہ ہے ۔قرائن کے جواز کی مزید تائید اس روایت سے بھی ہو تی ہے۔

مجوزین قرائن کی را ئے یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کے ذریعے سچا ئی سا منے آ جا ئے اس کو شہادت کے طور پر قبول کیا جاسکتا ہے اس را ئے کی بنیادفقہاء صحابہ کے فیصلہ جا ت ہیں جوبطور دلیل مو جو د ہیں ۔ان میں یہ دلائل بھی ہیں جیساکہ حمل کا جاری ہونا، شراب کی بو اور قے کی وجہ سے حد جاری کرنا، ما ل مسر وقہ کا بر آمد ہونا ۔مذکورہ صورتوں کے متعلق صحابہ کرام کے اقوال اور ان کے فیصلہ جا ت بیان کیے جا تے ہیں جن سے یہ بات عیاں ہو جا ئے گی کہ قرائن کس حد تک قا بل اعتماد ہیں۔

۷۔اکثر صحا بہ کرام عمل بالقرائن کے موئدین میں سے تھے یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ قرائن کے ذریعے اثبا ت پر شراب نوشی کی حد بھی جا ری کر دیتے تھے ۔امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں: **عن السائب بن يزيد أن عمر كان يضرب في الريح.**‘‘سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرشراب کی بُو پر مارتے تھے’’۔[25]

۸۔حضرت عمر فا روق کا معمو ل تھا کہ آ پ رضی اللہ تعا لی عنہ قرائن کی بنا پر بھی فیصلہ فر ما دیا کر تے تھے جیسا کہ آ پ نے شرا ب کی قے کر نے والے کے لیے کو ڑو ں کی سزا سنا ئی اور اسی طرح آ پ شرا ب کی بو پر بھی سزا کا حکم دیا کر تے تھے۔

جیسا کہ مالک بن حفیر کی روایت سے ظا ہر ہو تا ہے۔

‘‘عن مالك بن حفير الحنفي قال أتي عمر بابن مظعون قد شرب خمرا، فقال: من شهودك؟ قال فلان وفلان وغياث بن سلمة وكان يسمي غياث الشيخ الصدوق فقال رأيته يقيها ولم أره يشربها فجلده عمر الحد.’’[26]

’’مالک بن حفیر حنفی بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس ابن مظعون کو اس الزام میں لایا گیا کہ اس نے شراب پی ہے،حضرت عمر نے پوچھا تمہارے گواہ کون ہیں، اس نے کہا فلاں،فلاں اور غیاث بن مسلمہ، غیاث کو سچا کہا جاتا تھا،اس نے کہا میں نے اس کو شراب کی قے کرتے ہوئے دیکھا ہے،شراب پیتے ہوئے نہیں دیکھا۔حضرت عمر نے اس پر شراب کی حد جاری کردی’’۔

صحابہ کرام کے بعض آثار بھی اس حوالے سے قابل غور ہینکہ وہ عمل بالقرائن کے حامی تھے اور اس بنا پر فیصلہ بھی دیا کرتے۔

۹۔ ''ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک شخص کے ساتھ اس حال میں پایا کہ انھوں نے دروازے بند کرکے پردے لٹکا رکھے تھے۔سید ناعمر نے ان دونوں کو سوسو کوڑے لگوائے''۔[27]

۱۰۔ ''ایک شخص عشا کے بعد چٹائی میں لپٹا ہوا کسی دو سرے آدمی کے گھر میں پایا گیا تو سید نا عمر نے اسے سوکوڑے لگوائے''۔[28]

۱۱۔ ''ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرد اور عورت کو لایا گیا جو ایک لحاف میں پائے گئے تھے۔انھوں نے دونوں کو چالیس چالیس کوڑے لگوائے اور انھیں لوگوں کے سامنے رسواکیا۔سیدنا عمر نے بھی ان کے اس فیصلے کی تحسین کی''۔[29]

۱۲۔ اما م احمد بن حنبل نے سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کا فیصلہ ذکر کیا ہے جس میں مذکورہ نوعیت کے فیصلے کا ذکر کیا گیا ہے ''سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ اگر کوئی مرد دعورت ایک ہی کپڑے میں پائے جاتے تو وہ دونوں کو سوسو کوڑے لگواتے''۔[30]

۱۳۔علامہ علاؤ الدین طرابلسی رحمتہ اللہ تعالی علیہ نے معین الحکام کے باب ۵۱ میں قرائن پر تفصیلی بحث کی ہے وہ فرماتےہیں :

''ولا خلاف في الحكم بها وقد جاء العمل بها في مسائل اتفق عليها الطوائف الأربع من الفقهاء.''[31]

''اس کے اختلاف میں کو ئی جرح نہیں ہے اور مسا ئل میں اس پر عمل کے متعلق فقہاء اربعہ کا اتفاق ہے''۔

قرائن و شواہد واقعا تی شہادت کی بنا پر فیصلہ کر نے میں کو ئی اختلا ف نہیں ہے ۔متعدد مسا ئل میں قرائن پر عمل کر نے کی ایسی مثا لیں مو جو د ہیں جن پر مذاہب اربعہ کے فقہاء کا اتفا ق ہے اس کے بعد علامہ مو صو ف نے پچیس ایسے مسا ئل نقل کئے ہیں جن میں فقہاء کرام نے قرائن پر فیصلہ کیا ہے ۔

خلاصہ بحث:

قرائن کی حجیت اور دائرہ کار کے متعلق فقہا کے تفصیلی دلا ئل اور جائزے کے بعد یہ واضح ہوتا ہے کہ مجوزین کا موقف راجح ہے۔ قرائن کی مشر وعیت و حجیت ایک وسیلہ شر عیہ ہے فقہ کی کو ئی کتا ب اس سے خا لی نہیں ہے اور نہ ہی کسی فقہیہ نے اس کو بعید سمجھا ہے اور اس پر تما م فقہاء کا اجما ع ہے کہ '' قرائن صراحۃ النص کے قائم مقام ہو تے ہیں ۔امام احمد کے ایک قول کے مطابق شراب کی بُو کے ثبوت سے حد لازم ہو جاتی ہے۔[32] امام مالک کے نزدیک اگر دو گواہوں سے شراب کی بُو ثابت ہوجائے تو حد ہوگی[33] اور امام شافعی اور امام ابو حنفیہ کے نزدیک محض بُو کے ثبو ت سے حد

لازم نہیں ہوگی ۔اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ واقعاتی شہادت کی بناء پر شراب کی حد لگائی جاسکتی ہے۔[34]ہر چند کہ فقہاء احناف کے نزدیک محض شراب کی بُو پائی جانے سے یا کسی کو شراب کی قے کرتے دیکھنے سے اس پر حد لازم نہیں ہوتی جب تک کہ وہ شراب پینے کا اقرار نہ کرے یا دو گواہ اس کے شراب پینے کی گواہی نہ دیں لیکن فقہاء احناف کے نزدیک بھی ایسے شخص کو تعزیری سزادی جاسکتی ہے۔[35]علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں کہ:

''لاحتمال أنه شربها مكرها أو مضطرا فلا يجب الحد بالشك وأشار إلى أنه لو وجد سكران لا يجد من غير إقرار ولا بعنة لاحتمال ما ذكرنا أو رانه سكر من المباح بحر لكنه يعزر بمجرد الريح أو السكر كما في القهستاني.''[36]

''کیونکہ یہ احتمال ہے کہ اس کو جبراً شراب پلائی گئی ہو یا اس نے مجبور اً شراب پی ہو لہٰذا اس شک کی بناء پر حد واجب نہیں ہوگی، مصنف نے یہ اشارہ کیا ہے کہ اگر کوئی شخص نشے میں پایا گیا اور اس کے شراب پینے پر گواہی قائم ہوئی اور نہ اس نے اقرار کیا تو اس احتمال کی وجہ سے اس پر حد نہیں ہوگی اور الجرالرائق میں ہے کہ یہ احتمال بھی ہے کہ اس کو کسی مباح چیز کے پینے سے نشہ ہوگیا ہو، لیکن قہستانی میں ہے کہ شراب کی بُو پائی جانے سے یا نشہ میں پائے جانے سے اس کو تعزیر لگائی جائے گی''۔

قرائن کے متعلق جدید فقہی آ راء اور اس کے متعلق قرا ٓن و سنت کے دلا ئل سے یہ واضح ہو تا ہے کہ فی زمانہ اس کی بہت زیادہ اہمیت ہے اس کو بنیاد بنا کر عدالتی فیصلے کیے جا تے ہیں اور قرائنی شہاد ت کو معتبر شہاد ت بھی تسلیم کیا جا تا ہے ۔لیکن شر یعت ِ اسلامیہ میں حدود و قصا ص کے معاملا ت میں صرف قرا ئنی شہادت کو معیار بنا کر فیصلہ کر نے کو تسلیم نہیں کیا جا تا ۔یعنی کہ قرا ئنی شہاد ت گو اہی کے قا ئم مقام نہیں بن سکتی ۔

۱۔ عصر جدید کے اجتہادی اداروں میں اسلامک فقہ اکیڈمی جدہ ہے جس کے ایک اجلاس سن ۱۹۹۸ء میں مکہ مکرمہ میں ڈی این اے ٹیسٹ کی حجیت اور دائرہ کار کے بارے میں ہونے والے اجلاس میں یہ قرار داد منظور کی تھی کہ'' ڈی این اے ٹیسٹ سے حدود و قصاص ثابت نہیں ہوسکتے،البتہ دیگر جرائم میں اس کا اعتبار کیاہے۔

۲۔ حدودوقصاص میں ڈی این اے ٹیسٹ کے غیر معتبر ہونے کا یہ مقصد نہیں کہ اس کا کوئی فائدہ ہی نہیں، بلکہ ڈی این اے ٹیسٹ چونکہ ایک قرینہ کی مانند ہے جس کی وجہ سے ٹیسٹ کی بدولت تفتیش کے عمل کو

بآسانی آگے بڑھایا جاسکتا ہے، بے گناہوں کی بے گناہی کو ثابت کیا جاسکتا ہے۔نیز قاضی اور جج اس ٹیسٹ کی بنیاد پر ملزم پر ایک طرح کا ذہنی دباؤ ڈال سکتے ہیں، جس کی وجہ سے ملزم جرم کرنے کی صورت میں اقرار پر مجبور ہو سکتا ہے اور قاضی اس کے خلاف اس کے اقرار کی وجہ سے فیصلہ صادر کیا جاسکے گا۔

۳۔ قرائن کی حجیت پر تو کو ئی اعتراض نہیں کیو نکہ اس کا اثبا ت تو قرآ ن مجید سے ہو تا ہے ،جہا ں تک اس کے معاملات میں دائر کا ر کا تعلق ہے تو حدود و قصا ص کے معا ملا ت کے علا وہ دیگر معاملا ت میں قرائن کی روشنی میں فیصلہ کیا جا سکتا ہے جیسا کہ نبی کریم صحا بہ کر ام کی زندگی سے اس کی مثا لیں بھی ملتی ہیں۔

۴۔ عصر حاضر کے طبی ،زبانی ،تحریر ی اور الیکٹریکل قرائن کو شہا دت اصلی کے طور پر نہ ہی آئینی و قا نو نی حیثیت حاصل ہے اور نہ ہی شرعی اعتبا ر سے اس کوشہا دت اصلی کا درجہ دیا جا سکتا ہے ۔

۵۔ عصرحا ضر کے تما م قرائن کو صر ف ثا نو ی شہا دت کے طور پر قبول کیا جا ئے گا ۔

۶۔ زنا کے جرم میں اگر ڈی این اے رپورٹ کے علاوہ کو ئی گو ا ہی نہ ہو تو جج مجرم کو سنگسا ری کے علا وہ سخت سے سخت سزا بھی دے سکتا ہے جس کو جنسی جرائم کی روک تھام کے لئے اہم سجمھا جا ئے قا ضی وہ سخت سے سخت سزا (تعزیر)بھی تجو یز کر سکتا ہے ۔

۷۔ اسلا مک فقہ اکیڈمی انڈیا نے ڈی این اے کے با رے میں سفا رشا ت جاری کیں کہ جس بچے کا نسب شرعی اصول کے مطا بق ثا بت ہو اس کے با رے میں ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعہ اشتبا ہ پیدا کر نا شرعا جا ئز نہیں ۔

۹۔ اگر کسی بچہ کے با رے میں چند دعوے دا ر ہو ں اور کسی کے پا س واضح شرعی ثبوت نہ ہو تو ایسے بچے کا نسب ڈی این اے کے ذریعے متعین کیا جا سکتا ہے ۔

۱۰۔ جو جرا ئم مو جب حدود و قصا ص ہیں ان کے ثبوت کے لئے مخصو ص طریقو ں کے بجا ئے ڈی این اے ٹیسٹ کا اعتبا ر نہیں ہو گا.

۱۱۔ حدود و قصا ص کے علا وہ دوسرے جرا ئم کی تفتیش میں ڈی این اے ٹیسٹ سے مدد لی جا سکتی ہے اور اگر قا ضی ضرورت محسوس کر ئے تو اس پر مجبور بھی کر سکتا ہے ۔

حواشی و حوالہ جا ت

1 شریف جرجانی،علی بن محمد(۷۴۰ھ۸۶ھ)،التعریقات، لاہور:مکتبہ رحمانیہ، ص:۷۳

2 فتح اللہ زید، حجیۃلقرائن فی القانون والشریعۃ،بیروت :دارالکتب العلمیۃ،۱۳۵۵ھ بحث فی تخص صاقضاءالشرعی، ص: ۸

3 زرقاء،مصطفی بن احمد(۱۳۲۲ھ۱۳۵۷ھ)،المدخل الفقہی العام،دمشق: دارالکتب العلمیۃ،طبعۃتاسعۃ، ۹۰۲/۱۹۶۸،۲

4 ابن نجیم،زین الدین بن ابراہیم (۹۷۰ھ)، البحرالرائق شرح کنزالدقائق، بمصر:مطبوعۃدارالکتب العربیۃللحلبی۱۳۳۳ھ،۷/ ۲۰۵

5 ابن ماجہ:۸۵۵/۲

6 یونس:۳۶

7 الزحیلی،محمدمصطفی،القوائدالفقہیہ وتطبیقاتہافی مذاہب الاربعہ،دمشق:دالفکر،۱۴۲۷ھ،ص:۲۳۴

8 فتح الباری، ۱۲/ ۲۸

9 ابن ماجہ:ج/ ۸۵۵

10 علی قراعہ،الشیخ، اصول القضائیہ فی المرافعات الشرعیۃ، مصر:الرغائب بدارالمویدبالقاہرہ،۱۳۳۹ھ،ص: ۲۷۵

11 عز الدین،عبدالسلام بن عبدالعزیز،متوفی ٠٦٦ ،قوائد الاحکام،مصر:دارالشرق القاہرہ۱۳۸۸ھ،۱۳۷/۲

12 النساء :۱۵۷

13 قوائدالاحکام، ۱۴۲/۲

14 ابن قیم محمد بن ابی بکر،متوفی ۷۵۱،اعلام المعوقین عن رب العالمین،مصر:مکتبہ الکلیات الازہریہ۱۳۸۸ ھ،۱/ ۹۳

15 یوسف۱۲ :۷۲

16 القرطبی،محمد بن احمد بن فرج ابو عبداللہ،الجامع الاحکام القرآن،القاہرہ:دار القلم۱۳۸۶ ھ،۹ ۷۲/۱

17 ایضا

18 ایضا

19 بخاری، الجامع الصحیح،کتاب البیوع،باب تفسیرالمشبہات،رقم: ۲۰۵۳

20 الترمذی،محمدبن عیسیٰ،متوفی۲۷۹ھ،السنن،مصر: شرکۃمکتبۃومطبعۃمصطفیٰ البابیی الحلبی،کتاب ابواب تفسیرالقرآن،باب: ومن سورۃالتوبۃ،رقم: ۳۰۹۳:القزوینی،محمدبن یزید،السنن،القاہرۃ :داراحیاءالکتب العربیۃ، کتاب المساجدوالجماعات، رقم الحدیث :۸۰۲

21 ابن قیم، امام، الطرق الحکمیۃفی السیاسۃالشرعیہ، مصر:الموئسسۃالعربیۃللطباعۃوالنشرالقاہرہ۱۳۸۰ھ،ص:۲۵۹

22 الجامع الصحیح،کتاب الایمان،باب علامۃالمنافق،رقم: ۳۳
23 الجامع الصحیح،کتاب الایمان،باب علامۃالمنافق،رقم: ۳۴
24 الجامع الصحیح،رقم: ۳۳
25 ابن ابی شیبہ،عبداللہ بن محمد بن ابی، متوفی۲۳۵،الکتاب المصنفف بالاحادیث والآثار،الریاض: مکتبۃالرشد۱۴۰۹ھ،کتاب الحدود،باب في رجل یوجد منہ ریح الخمر،ماعلیہ،رقم: ۲۸۶۲۸
26 الفتح الباری۲۲/۱
27 الکتاب المصنف فی الاحادیث والآرا،رقم: ۱۳۷۰۸
28 ایضاً:رقم :۱۳۷۱۰
29 ایضاً:رقم :۱۳۷۱۰
30 احمدبن حنبل،امام، مسنداحمد،متونی۲۴۱ھ،بیروت :مطبوعہ مکتب اسلامی۱۳۹۸ء،۱/ ۴۲۵تا۳۷۸
31 طرابلسی،علی بن خلیل (۸۴۴ھ)،معین الحکام فیمایترددبینالخصمین من الاحکام، مصر:مطبعہ الامیریہ بولاق،طبعہ اولیٰ۱۳۰۰ھ،ص:۱۶۲
32 ابن رشد،محمدبن احمدبن رشد، (متوفی۵۹۵ھ)بدایۃالمجتہد،بیروت: مطبوعہ دارالفکر،ج۳۳۳/۲
33 ایضا
34 ایضا
35 ایضا
36 ابن عابدین،سیدمحمدامین الشامی،متونی۱۲۵۲ھ،ردالمحتار،استنبول : مطبوعہ عثمانیہ،۱۳۲۷ھ،ج۳ /۲۲۶